احسان، مراقبہ، مشاہدہ اور کرامت کا مفہوم
اور حقیقت لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Ihsaan, Murāqabah, Mushahada, and Karamah in the light of Lamaʿāt al-Tanqīh Fi Sharh Meškāt al-maṣābīḥ

Muhammad Yousuf
PhD Scholer / Research Associate
Department of Islamic Thought, History & Culture,
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: Muhammad.yousuf@aiou.edu.pk
Dr. Hafiz Muhammad Sajjad
Associate Professor Department of Interfaith Studies,
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: muhammad.sajjad@aiou.edu.pk

ABSTRACT

This study investigates the concept of **Ihsan** (excellence or benevolence) within Islam, focusing on its two primary dimensions: self-care and kindness towards others. The research aims to understand how Ihsan influences individual behavior and contributes to community welfare. By analyzing the significance of Ihsan in both worship and daily interactions, the study emphasizes its crucial role in enhancing one's faith. Utilizing a qualitative methodology, the research incorporates textual analysis of Islamic teachings and scholarly interpretations. Key findings indicate that Ihsan consists of two main components: performing acts of kindness and executing good deeds with excellence, paralleling the notion of self-care. The study further identifies three levels of worship articulated by Sheikh Dehlawi:

1. **Obligatory Worship**: Fulfilling mandatory religious duties.
2. **Worship with Intention**: Engaging in worship that seeks Allah's pleasure and rewards.
3. **Divine Observation**: Reaching a state of deep spiritual awareness where one feels immersed in the presence of Allah.

Among these, **prayer (Salah)** is recognized as the highest form of worship, serving as a direct connection to Allah. The study also highlights the states of **mushahada** (witnessing) and **murāqabah** (observing) as essential experiences in the worship process. In conclusion, Ihsan is presented as a comprehensive framework that nurtures personal integrity and fosters

community welfare. The findings assert that sincerity and humility in worship, along with a profound awareness of Allah's presence, are vital for achieving a complete and fulfilling faith. Overall, this research underscores the transformative potential of Ihsan in enhancing individual spirituality and promoting social harmony.

Keywords: Ihsan, excellence, benevolence, worship, kindness, Sheikh Dehlawi, prayer, spirituality, community welfare.

احسان کا معنیٰ نیکی کرنا ہے، یہ نیکی انسان اپنے وجود کے ساتھ بھی کر سکتا ہے اور دوسروں کے ساتھ بھی، اپنے وجود کے ساتھ نیکی کی کیفیت یہ ہے کہ انسان اپنے وجود کا خیال رکھے، اس کی ضروریات کو پورا کرے، اس کے آرام اور راحت کا خیال رکھے، اور ہر نیک کام کی ادائیگی میں اس وجود کو پیش پیش رکھے۔ دوسروں کے ساتھ نیکی کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دوسروں کے آرام کا خیال رکھے، ان کی ضروریات کو پورا کرے، ان کی حاجات کو پہلے پورا کرے، اور اگر کوئی شخص نیکی کرے تو اس کو اچھا بدلہ دے، یہ تمام اشیا احسان میں شامل ہیں۔ لہٰذا احسان دو طرح سے استعمال ہوتا ہے، لوگوں سے نیکی کرنا یعنی انہیں انعام واکرام سے نوازنا، اور نیک عمل پوری درستی اور اچھائی کے ساتھ کرنا، کہ اس کام کو ایسے کرنا جیسے اسے کرنے کا حق ہے۔ نیک عمل اس اچھائی اور عمدگی سے کرنا گویا اپنی ذات کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ اور اس کے برخلاف کسی عمل کو بجالانا اپنی ذات پر ظلم اور اپنے نفس کے ساتھ ظلم اور برائی کرنے کے مترادف ہے۔ احسان کا خلاصہ دراصل عبادت میں اخلاص اور حضور و خشوع ہے اور یہ اخلاص و خشوع درحقیقت شرط کمال بلکہ اسلام اور ایمان کی صحت کی نشانی ہے۔

عبادت کے درجات

شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طاعت و عبادت کے تین درجات ہیں۔

1. انسان صرف اس قدر عبادت کرے جو اس کے ذمہ لازم ہو، اور اس کے ادا کرنے سے انسان کے ذمہ قضا باقی نہ رہے۔
2. عبادت کی ادائیگی میں انسان احکام وارکان، اور شرائط وعبادات کو اس طرح بجالائے کہ یہ اسلوب، اللہ کی رضا اور اللہ کی جانب سے عظیم ثواب کا باعث بنے۔ اور عباد کا باطن بھی ذوقِ عبادت اور بندگی سے لبریز ہو۔
3. عابد مشاہدۂ معبود اور اس کی ذاتِ اقدس کے حضور میں ڈوب جائے۔

نماز جو کہ سب عبادات میں افضل عبادت ہے، اور تمام مقاماتِ قرب سے اکمل مقام ہے، نماز میں اللہ جل جلالہ کے سامنے کھڑے ہونے کا مقام حاصل ہوتا ہے، اور باطن نورانیت سے منور اور روشن ہوجاتا ہے۔ باطن کا نور صرف ذوق سے حاصل ہوتا ہے۔

اسی کی وجہ سے انسان مجاہدہ اور مراقبہ میں محنت کر کے دیدارِ الٰہی کے حجابات کو ختم کرتا ہے اور «كَأَنَّكَ تَرَاهُ» [1] (گویا تُو اسے دیکھے گا) ترقی کر کے «أَنَّكَ تَرَاهُ» [2] (بے شک تُو اسے دیکھ رہا ہے) تک پہنچ جائے گا ہے، اور روزِ قیامت اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو تمام حجابات کے بغیر دیکھے گا، جیسا کہ ایک اور حدیث میں ذکر ہے:

عَن جَرِيرِ بْنِ عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: «إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا» ۔[3]

جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (قیامت کے روز) اپنے رب کو صاف ظاہر طور پر دیکھو گے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا» ثُمَّ قَرَأَ (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا)[4]

ایک اور مقام پر راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو دیکھا جو کہ اپنے جوبن پر تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن آئے گا تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسے اس چانچ کو کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہے ہو، اور اس کو دیکھنے میں کسی قسم کی تنگی نہ ہوگی۔ کوشش کرو کہ طوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے کی نمازوں کو لازمی ادا کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾[5]

ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیدارِ الٰہی ہر کسی کو نصیب نہ ہوگا، بلکہ اس کے لیے دنیا میں «أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ»[6] کی کیفیت سے گزر کر «أَنَّكَ تَرَاهُ» کے مقام پر پہنچ کر ہی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی زیارت کا مقام حاصل کر پائے گا۔ مذکورہ بالا احادیث میں سے آخر الذکر حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کی ادائیگی پر خاص زور دیا ہے، اور ان دو نمازوں کی ادائیگی پر بطورِ خاص تاکید آئی ہے۔ بہشت میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی زیارت کے یہ دو اوقات ہوں گے اس لیے تاکید سے ان نمازوں کا تذکرہ کیا تاکہ پابندی نماز کی برکت سے مشاہدۂ ذات کا ملکہ پیدا ہو اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو آنکھ سے دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہو۔

احسان

احسان کا مفہوم محمّد مرتضى الحسيني الزَّبيدي رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تاج العروس من جواهر القاموس میں نقل کرتے ہیں کہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ احسان دو طرح کا ہے:«وقالَ الرَّاغِبُ: الإِحْسانُ على وَجْهَينِ: أَحَدُهما: الإِنْعامُ إِلى الغَيْرِ، وَالثَّاني: إِحْسانٌ فِي فعْلِه، وذلِكَ إِذا عَلمَ عِلْماً حَسَناً أَو عَمِلَ عَمَلاً حَسَناً»[7] کہ احسان کی دو قسمیں ہیں، (1) لوگوں سے نیکی کرنا (2) نیک عمل کرنا پوری درستی، اور اچھائی کے ساتھ بجالانا چاہیئے۔ نیک عمل اس اچھائی اور عمدگی سے کرنا گویا اپنی ذات کے ساتھ احسان کرنا ہے۔

لفظِ احسان قرآن مجید میں

قرآن مجید میں لفظ احسان مختلف صیغوں میں استعمال ہوا ہے۔

﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ---وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا ﴾[8]، ﴿ وَهُوَ مُحْسِنٌ ﴾[9]، ﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ ﴾[10]، ﴿ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴾[11]، ﴿ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً ﴾[12]، ﴿وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى﴾[13]، ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ﴾[14]، ﴿ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ﴾[15]، ﴿ وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ﴾[16]

یہ تمام الفاظ ایک ہی معنیٰ میں، نیکی-اچھی بات-نیک فرد-نیک لوگ-نیک-نیکی کے کام-جیسے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ان تمام معانی کو سامنے رکھتے ہوئے احسان کے معنیٰ کو دیکھیں تو وہاں بھی یہی معانی مطلوب ہیں۔

حدیث مبارکہ میں لفظ احسان کا استعمال

حدیث مبارکہ میں لفظِ احسان بھی مختلف صیغوں میں استعمال ہوا ہے۔ ان میں سے چند مثالیں ذیل میں درج ہیں۔

«كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا»[17]، «هَذَا أَحسن مَا سَمِعْتُ»[18]، «أَحْسِنْ إِلَى غَنَمِكَ»[19]، «فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ»[20]، «إِذَا أَدَّبَ الرَّجُلُ أَمَتَهُ فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا»[21]، «فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ»[22]، «حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حسنا»[23]، «إذا كفن أحدكم أخاه فليحسن كفنه»[24]، « من سن في الإسلام سنة حسنة »[25]

احسان کا لفظ احادیث کی کتاب میں مختلف مصادر کے ساتھ ملتا ہے، یہاں بھی تمام مقامات اور مصادر کا مفہوم نیکی- اچھی بات نیک فرد نیک لوگ نیک نیکی کے کام کے معانی میں واضح ہوا ہے۔

یہ لفظ بنیادی طور پر حدیث جبرائیل میں جو کہ ایک طویل حدیث ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے استعمال کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے بابت سوال کیا کہ

فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ. قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ».--- قَالَ: «فَإِنَّهُ جِبْرِيل أَتَاكُم يعلمكم دينكُمْ»[26]

حدیثِ جبرائیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ کے دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ: أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ؟ یعنی مجھے احسان کے متعلق بتائیں کہ احسان کیا ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ احسان یہ کہ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے، پس اگر تُو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے دوزانو ہو کر بیٹھتا ہے جیسے کوئی پرانا دوست ہو، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیے۔ اس کے سوالوں میں ایک سوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے متعلق کیا اور اس کا جو جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اس جواب کے ذیل میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے احسان، مراقبہ اور مشاہدہ کے مفہوم کو واضح کیا ہے۔ اس کیفیت کی وضاحت میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر احسان کے دو درجات واضح کیے ہیں۔ (1) مشاہدہ، (2) مراقبہ۔

مشاہدہ

عبادت میں کمال کا پہلا مقام یہ ہے کہ انسان اس مقام تک پہنچ جائے کہ وہ اپنے معبود کو دیکھ رہا ہے اور اس کی ذات بابرکت کا معائنہ کر رہا ہے۔ اس مقام کو مقامِ مشاہدہ کہتے ہیں۔ اس موقع پر تقاضا ہے کہ انسان میں حد درجہ اللہ جل جلالہ کا خوف و ہیبت ہو، عبادت میں خشوع اور خضوع ہو، نظر میں حیا ہو، اور محبتِ الٰہی کے سبب سے باری تعالیٰ کی جانب کشش، اور ذوق و شوق ہو اور ظاہری و باطنی طور پر اللہ جل جلالہ سے ملاقات کا جی چاہے۔

مراقبہ

دوسرا مقام یہ کہ جب انسان اس حالت کو نہ پہنچ پائے تو اسے اب یہ یقین ہو جانا چاہئے کہ اللہ جل جلالہ اس کے ہر کام سے واقف ہے اور اس کے ہر حال میں انسان کے حالات سے واقف ہے۔ اس بارے میں شیخ محدث دہلوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ کی جانب متوجہ کیا کہ اگر تم اس

حالت تک نہیں پہنچے کہ اسے دیکھ پاؤ تو یاد رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ پاک ہے اور تمہیں دیکھ رہا ہے اس کیفیت کا نام مراقبہ ہے۔

مراقبہ کا مفہوم اور علامات

شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد مراقبہ کا اصطلاحی مفہوم ذکر کیا، فرماتے ہیں کہ:

ملاحظة العبد نظر الله سبحانه إليه واطلاعه على أحواله الظاهرة والباطنة۔[27]

اصلاح میں مراقبہ یہ ہے کہ انسان یہ مشاہدہ کرے کہ اللہ جل جلالہ اس کو دیکھ رہا ہے اور یہ کہ اس کے ظاہری اور باطنی احوال اللہ کے سامنے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کے دل و دماغ میں جب یہ بات راسخ ہو جائے کہ اللہ اس کے ہر حال سے واقف ہے اور اس کے ظاہر و باطن کے حالات سے واقف ہے اس کے نتائج اس کے وجود پر ظاہر ہوتے ہیں اور اس کی ہر حرکت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میں نے اپنے ہر کام اور عبادت میں یہ تصور باقی رکھنا ہے کہ میرا مالک میری ہر حرکت سے واقف ہے، تو اس کے اعمال میں غفلت اور بد اخلاقی کی گنجائش کم رہ جاتی ہے۔

شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی کیفیت (مقامِ مشاہدہ) بلند مقام ہے، اور یہ مقام انبیا، رسل اور کامل عبادت گزار بندوں کا مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ «وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ»[28] کہ نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا ہے۔ کہ نماز کے دوران انسان اپنے پروردگار سے محو کلام ہوتا ہے۔

رسالہ قشیریہ میں عبد الکریم القشیری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف حضرات کے حوالے سے مراقبہ کی علامات کو نقل کیا ہے ان میں سے چند اقوال درج کیے جاتے ہیں:

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

«علامة المراقبة إيثار مَا آثر الله تَعَالَى وتعظيم مَا عظم الله تَعَالَى وتصغير مَا صغر الله تَعَالَى»[29]

علاماتِ مراقبہ میں سے ہے کہ انسان وہ اشیا منتخب کرے جو اللہ کی پسندیدہ ہیں، اور ان اشیا کو تعظیم دے جو عند اللہ قابلِ تعظیم ہوں، اور ان اشیا کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے جو اللہ کے ہاں حقیر ہوں۔

حضرت نصر ابازی فرماتے ہیں:

«الرجاء يحركك إِلَى الطاعات والخوف يبعدك عَنِ المعاصي والمراقبة تؤديك إِلَى طرق الحقائق»[30]

امید انسان کو ترغیب دیتی ہے کہ انسان اطاعت کرے، جب کہ خوف گناہ سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے، اسی طرح مراقبہ حقائق کی راہ تک لے کر جاتا ہے۔

اسی طرح ابو العباس بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«سألت جَعْفَر بْن نصير عَنِ المراقبة فَقَالَ: مراعاة السر لملاحظة الحق سبحانه مَعَ كُل خطرة»[31]

کہ میرا جعفر بن نصیر سے سوال کہ مراقبہ کیا ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی خیال دل میں پیدا ہو اور انسان اس خیال کے بعد یہ تصور کرے کی اللہ دیکھ رہا ہے، اور اس تصور کے بعد انسان دل کی حفاظت کرے تو جان جاؤ کہ یہی مراقبہ ہے۔

مراقبہ کے بارے میں حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

«أمرنا هَذَا مبنى عَلَى فصلين: وَهُوَ أَن تلزم نفسك المراقبة لِلَّهِ تَعَالَى ويكون العلم عَلَى ظاهرك قائما»[32]

ہم تصوف کی دو باتوں تک محدود ہیں، پہلی یہ کہ انسان یہ تصور رکھے کہ اللہ اس کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے، اور اس کے ہر حال سے واقف ہے، اور دوسری بات یہ کہ جو کچھ سیکھو اس کو پہلے اپنے اوپر لاگو کرو۔

دین کی بنیاد اور کمال

اللہ جل جلالہ نے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کیے، ان سوالات کے پیچھے امت کو کمالِ دین سمجھانا مقصود تھا۔ اس کی وضاحت میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین کی بنیاد اور کمال تین چیزوں پر ہے۔

1. علم فقہ
2. علم عقائد
3. علم تصوف و سلوک

اس حدیث میں تینوں مقامات بیان فرمائے گئے ہیں، البتہ احسان کے ذیل میں تصوف کا ذکر ہے، تصوف کے تمام معانی جن کی جانب اہلِ تصوف اشارہ کرتے ہیں وہ سب اسی حدیث کی جانب لوٹتے ہیں۔ اس مکمل حدیث سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں علوم لازم وملزوم ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے بغیر نہ مکمل ہو سکتا ہے اور نہ ہی وجود میں آسکتا ہے۔ تصوف فقہ کے بغیر نہیں کیوں کہ احکامِ الٰہیہ کی فقہ کے بغیر شناخت نہیں ہو سکتی، اور فقہ تصوف کے بغیر مکمل نہیں کیوں کہ سچی توبہ کے بغیر عمل ناقص رہے گا، اور یہ دونوں ایمان کے بغیر صحیح اور درست نہیں، جیسے روح اور جسم ایک دوسرے کے بغیر وجود میں نہیں آسکتے، اور نہ ہی ان میں کمال پیدا ہو سکتا ہے۔

عبادت کا اعلیٰ درجہ

عبادت کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان یہ تصور کرے کہ اللہ ﷻ میری ہر عبادت اور ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے اور صوفیانے اس کیفیت کا نام مراقبہ رکھا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حقیقتِ اسلام بیان کرتے ہوئے فرمایا: «أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ»[33] کہ احسان اللہ ﷻ کی عبادت اس طرح کرنے کا نام ہے کہ گویا کہ تُو اسے دیکھ رہا ہے، اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کا یہ حال ہوتا ہے وہ نہایت ہیبت، تعظیم، احترام، خشوع، خضوع، حیا، شوق اور محبت و جذب کے مقام پر فائز ہو گا۔ یہ مقام دریائے شوق و حضور میں ڈوب جانے کا مقام ہے، اور مراقبہ کا درجہ اس سے نچلا ہے۔ یعنی یہ یقین ہونا کہ میں اللہ ﷻ کی نگاہ میں ہوں۔ اور اس کا علم بندہ کے حال کو شامل ہے جیسا کہ فرمایا: «فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ» یعنی عبادت کے دوران اگر تیری یہ حالت نہیں ہے کہ تُو اس کو دیکھ رہا ہے تو پھر اس طرح عبادت کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تُو اس کی بارگاہ میں حاضر ہے۔ اس صورت میں بھی حرکات و سکنات میں خوف و خشیت اور احتیاط اور افعال و حالات اور ادب و احترام اور اطمینان میں ضبط و رعایت اور دائیں بائیں توجہ نہ ہٹنے کی سعادت نصیب ہو گی۔ جس طرح کسی بادشاہ کی حضوری میں کوئی شخص موجود ہو اور اسے معلوم ہو کہ بادشاہ میرے حالات کی نگرانی کر رہا ہے، اور میری ہر حرکت کا مشاہدہ کر رہا ہے، اس صورت میں انسان کسی بھی غفلت کی جراءت نہ کرے گا اور ہر قسم کے ادب و آداب کا خیال رکھے گا۔ اور اس کے مقابلے میں دوسرا شخص جو بادشاہ کو دیکھ رہا ہو تو اور بادشاہ کے احوال کا مشاہدہ بھی کر رہا ہو تو اس کا حال کچھ اور ہی ہو گا۔ اس صورت میں حضوری اور لذت کی کیفیت کچھ اور ہو گی۔ اس سے آگے حضوری کا کوئی درجہ سامنے نہیں آسکتا۔

کرامت کا معنیٰ و مفہوم

کرامت اور معجزہ کا لفظ غیر معمولی کام کے صادر ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی، پیغمبروں ور رسولوں سے جو غیر معمولی واقعات رُونما ہوتے ہیں، انہیں معجزہ کہا جاتا ہے، اسی طرح جو غیر معمولی کام اللہ کے نیک بندوں سے صادر ہوتے ہیں، انہیں کرامت کہا جاتا ہے۔

لغوی اعتبار سے کرامت عزت اور شرافت کو کہتے ہیں۔ جب کہ اصطلاح میں کرامت کا لفظ اس عمل پر بولا جاتا ہے جو کسی نیک بندے سے صادر ہو اور وہ کام خلافِ عادت ہو۔ عام طور پر اس جیسے کام واقع نہ ہوتے ہوں۔
عبد الكريم بن هوازن القشيري رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الرسالة القشيرية میں فرماتے ہیں کہ:

«ظهور الكرامات عَلَى الأولياء جائز والدليل عَلَى جوازه أَنَّهُ أمر موهوم حدوثه فِي العقل لا يؤدي حصوله إِلَى رفع أصل من الأصول فواجب وصفه سبحانه بالقدرة عَلَى إيجاده وإذا وجب كونه مقدورا لِلَّهِ سبحانه فلا شَيْء يمنع جواز حصوله»

اُستاذ ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام سے کسی کرامت کا ظہور ہونا جائز ہے اور اس کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ایسا امر ہے جو عقل میں آتا ہے۔ اور اس سے شرعی ضابطوں میں کوئی ضابطہ نہیں ٹوٹتا۔ لہذا اللہ جل جلالہ کا اس کے ایجاد پر قادر ہونے کے وصف سے موصوف ہونا لازم ہے۔ اور جب یہ امر لازم ہے کہ یہ تمام اُمور اللہ جل جلالہ کی قدرت میں سے ہے تو اس کے حصول کے جواز میں کوئی چیز روکاوٹ نہیں ہے۔[34]

اُولیاء سے کسی کرامت کا ظہور اس بات کی نشاندہی مانی جاتی ہے کہ جس سے یہ ظاہر ہو رہی ہے وہ اپنے صوفیانہ اُحوال میں حق پر ہے۔ اس میدان میں کسی جھوٹے شخص سے کسی بھی قسم کی کرامت کا ظہور ممکن نہیں ہے۔ یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ جل جلالہ سچے اور جھوٹے کی پہچان کے لیے سچے شخص سے معقول اور جھوٹ سے پاک ایسے امر کو سرزد کرواتا ہے جو کہ جھوٹے سے ممکن ہی نہیں ہوتا۔ یہ کرامت ایسا فعل ہو جو دنیا میں عام عادت کے خلاف ہو اور ایسے شخص سے صادر ہو جو ولایت کے ساتھ موصوف ہو تا کہ اس کی حالت سے اس کی تصدیق ہو سکے۔

معجزہ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ عمداً اور انتخاب سے ہوتے ہیں، اور ان کا عمداً اور ارادۃً ہونا ثابت ہے۔ جب کہ کرامت ایک اور چیز ہے، یہ کسی ارادہ یا چاہت کے بغیر ہوتا ہے۔، صاحبِ کرامت کی اس کرامت کا ظہور بغیر کسی دلیل کے کتب میں موجود ہے، البتہ صحابہ کرام کے زمانہ میں صحابہ کی کرامات اپنی چاہت اس کا اور معجزات کی قسم اور دوسری چیزوں سے، اور دلائل کے ساتھ وقار کو ثابت کرنے اور مخالفین کے شبہات کو دور کرنے کے لیے کلام کی تکمیل کو علم دین کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے، اور دیکھنے کے بعد وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، اور اللہ جل جلالہ کامیابی عطا کرتا ہے۔

قرآن مجید میں کرامت کا ذکر

قرآن مجید میں لفظِ کرامت کس معنیٰ میں استعمال ہوا ہے؟ سورۃ الحجرات میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾[35]

اس آیت میں ﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ﴾ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو گا وہی کرامت والا ہو گا۔

اسی طرح قرآن مجید میں اللہ کا فرمان:

﴿ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ﴾ [36]

کہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے، اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس یہ تخت پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا، اور جب سلمان علیہ السلام نے اس تخت کو اپنے پاس دیکھا تو فرمایا کہ یہ سب اللہ کے فضل سے ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی متقی شخص سے خلافِ عادت کسی فعل کا صدور ہو تو وہ فعل کرامت کہلائے گا۔

مشکاۃ المصابیح میں باب الکرامات

باب الکرامت کے ذیل میں تین فصلیں ہیں۔ اور ان فصول میں گیارہ (11) احادیث ذکر کی گئی ہیں۔

صحابہ کی لاٹھیوں سے روشنی کا نکلنا اور صحابہ کا اندھیرے میں ان لاٹیوں کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اپنے گھروں تک پہنچنا، صحابہ کرام کی کرامت ہے۔ یہی واقعہ باب الکرامت کے ذیل میں ذکر کیا گیا ہے:

عَن أَنس أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَعَبَّادَ بْنَ بِشْرٍ تَحَدَّثَا عِنْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي حَاجَةٍ لَهُمَا حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ فِي لَيْلَةٍ شَدِيدَةِ الظُّلْمَةِ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ينقلبان وبيد كل مِنْهُمَا عُصَيَّةٌ فَأَضَاءَتْ عصى أَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتَّى مَشَيَا فِي ضَوْئِهَا حَتَّى إِذَا افْتَرَقَتْ بِهِمَا الطَّرِيقُ أَضَاءَتْ لِلْآخَرِ عَصَاهُ فَمَشَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي ضَوْءِ عَصَاهُ حَتَّى بلغ أَهله۔[37]

حضرت انس رضی اللہ عنہ ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن بشیر رضی اللہ عنہ ایک رات اپنے کسی کام کے سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محو گفت گو رہے۔، پتہ ہی نہ

چلا کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا اور جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے واپسی کے لیے روانہ ہوئے تو ان دونوں کے ہاتھ میں ایک چھوٹی لاٹھی تھی، دونوں کی لاٹھی نے روشنی پیدا کر دی حتیٰ کہ وہ اس کی روشنی میں چلنے لگے۔ لیکن جب دونوں کی راہوں کے الگ ہونے کا مقام آیا تو دوسرے کے لیے اس کی لاٹھی نے روشنی پیدا کر دی۔ حتیٰ کہ وہ اس کی روشنی میں چلنے لگے۔ یہاں تک وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔

اس حدیث کی تشریح میں لفظ کرامت کا تذکرہ تو نہیں کیا البتہ کچھ الفاظ کی تشریح کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انہونی بات ہے، جو کہ ان سے ساتھ پیش آئی ہے۔ جیسے حدیث میں ذکر ہے کہ وہ دو صحابہ تھے، جن کے ناموں کا درست اعراب ذکر کیا اس کے بعد فرمایا کہ (ينقلبان) کہ وہ اپنے گھروں کی جانب لوٹتے ہیں، اور ان کے پاس (عُصَيَّةٌ) یعنی چھوٹی ٹہنیاں ہیں، اسی طرح (فأضاءت عصا أحدهما) کی وضاحت میں فرمایا کہ ان میں سے ایک کی ٹہنی روشن ہو جاتی ہے، جیسا کہ امام بخاری نے کتاب الصلوۃ میں یہ واقعہ نقل فرمایا ہے[38] البتہ وہاں وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ کے الفاظ درج ہیں۔

اس حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح میں دونوں افراد کے نام أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ اور عَبَّادَ بْنَ بِشْرٍ ہیں، جب کہ (رَجُلَيْنِ) کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ صحیح بخاری میں مضمون کا خلاصہ ذکر ہے جب کہ مشکوٰۃ المصابیح میں تفصیل سے ذکر ہے۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ غزوہ احد کے موقع پر پیش آنے والے واقع کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اس موقع پر جنگ سے پہلے مجھے مطلع کرتے ہیں کہ میں سب سے پہلے شہید ہوں گا اور پھر ہم نے دیکھا کہ آپ سب سے پہلے شہد ہوئے۔[39] اس حدیث میں یہ واقعہ کہ صحابی نے سب سے پہلے اپنے شہید ہونے کا کہا اور پھر اللہ کے حکم سے وہ شہید ہوئے، یہ ایک کرامت ہی ہے۔

اصحابِ صفہ کے کھانے میں برکت ہونا اور چند افراد کا کھانا کئی افراد کے لیے کافی ہو جانے کا ذکر بھی اصحابِ رسول ﷺ کی کرامت میں سے ہے:

«فَأَكَلَ وَأَكَلُوا فَجَعَلُوا لَا يَرْفَعُونَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَتْ مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرَ مِنْهَا»[40]

اس موقع پر اصحابِ صفہ کے مقام و مرتبہ کو ذکر کیا کہ

(إن أصحاب الصفة) الصفة: موضع مظلل من المسجد، وهم يبيتون فيها، كانوا أضياف الإسلام متوكلين على الله، لا مسكن لهم، ولا مال، ولا ولد، وكانوا سبعين، ويقلون حينًا ويكثرون حينًا[41]

اصحابِ صفہ مسجد میں رہتے تھے، وہیں رات گزارتے تھے، اور اسلام کے مہمان تھے اور اللہ پر توکل کرنے والے تھے، ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، ان کے پاس نہ مال تھا اور نہ ہی اولاد تھی، ان کی تعداد ستر کے آس پاس رہتی تھے۔ کبھی کم ہو جاتے اور کبھی زیادہ ہو جاتے تھے۔ اس قدر افراد کے لیے کھانے کا بندوبست اللہ اور اس کے نبی ﷺ کے ذمہ تھا، اس سلیے بھی ان کے کھانوں میں برکت ہوتی تھے۔

اسی طرح حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس دوران کھانے میں اس قدر برکت ہوئی کہ اس کھانے میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھانا منگوایا، خود کھایا اور ان کے ساتھ مہمانوں نے بھی کھایا، وہ لقمہ اٹھاتے تو اس کے نیچے سے اور زیادہ ہو جاتا تھا، ان کی اہلیہ فرماتی ہیں کہ یہ کھانا اب پہلے سے بھی تین گنا زیادہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے خود بھی کھایا، مہمانوں نے بھی کھایا اور اسے نبی ﷺ کی خدمت میں بھی بھیجا، اور آپ ﷺ نے اس میں سے تناول فرمایا۔[42]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام روم کے علاقہ میں اپنے لشکر سے بچھڑتے ہیں تو واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

«وَعَنْ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ أَنَّ سَفِينَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَخْطَأَ الْجَيْشَ بِأَرْضِ الرُّومِ أَوْ أُسِرَ فَانْطَلَقَ هَارِبًا يَلْتَمِسُ الْجَيْشَ فَإِذَا هُوَ بِالْأَسَدِ. فَقَالَ: يَا أَبَا الْحَارِثِ أَنَا مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ مِنْ أَمْرِي كَيْتَ وَكَيْتَ فَأَقْبَلَ الْأَسَدُ لَهُ بَصْبَصَةٌ حَتَّى قَامَ إِلَى جَنْبِهِ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا أَهْوَى إِلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِي إِلَى جَنْبِهِ حَتَّى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْأَسَدُ»[43]

ان کے پاس شیر آتا ہے، جس کو آپ نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں، اور میں اپنے قافلہ / لشکر سے بچھڑ گیا ہوں، اس موقع پر شیر آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت کرتا ہوا آپ کو لشکر سے ملا دیتا ہے۔

ابو الجواز نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اہلِ مدینہ قحط کا شکار ہو جاتے ہیں، اور لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ «انْظُرُوا قبر النَّبِي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا مِنْهُ كُوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ»[44] جاؤ حضور نبی کریم ﷺ کی قبر پر جا کر التجا کرو اور قبر سے آسمان کی جانب کوئی سوراخ کرو، تا کہ آسمان اور نبی کریم ﷺ کے روضہ کی جانب کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ (تا کہ آسمان حضور نبی کریم ﷺ کی قبر کو دیکھ کر روئے، اور بارش ہو)۔ تو ان پر خوب بارش ہوئی حتیٰ کہ گھاس اگ آئی اونٹ اس قدر فربہ ہو گئے کہ وہ چربی سے پھول گئے اور اس سال کا نام عام الفتق یعنی (خوشحالی کا سال) رکھا گیا۔

شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

«فهذا الاستشفاع وقبوله وظهور أثره كرامة من أم المؤمنين، وهي في الحقيقة معجزة للنبي صلى الله عليه وسلم»[45]

شفاعت کی یہ درخواست، اس کی قبولیت اور اس کے اثر کا ظہور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کرامت ہے، یہ در حقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے۔

سعید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ جب حرا کا واقعہ ہوا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تین روز تک نہ اذان ہوئی نہ نماز اور نہ ہی سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر نکل سکے کہ انہیں وقتِ نماز کا علم ہو، اس موقع پر انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے آنے والی مبہم سی آواز سے معلوم ہوتا تھا۔[46]

ابو خلدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنی ہیں؟ انہوں نے کہا: انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی جس کی وجہ سے ان کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیا کرتا تھا، اور اس میں کستوری جیسی خوشبو آتی تھی۔[47]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور پھر آپ کی عمر، اَولاد اور مال میں برکت کا مشاہدہ کرامت کے طور پر دنیا نے کیا۔ جیسا کہ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

«وقوله: (ودعا له النبي ﷺ) بالبركة في العمر والأولاد والأموال، فتجاوز عمره مئة سنة، وبلغ أولاده الصلبي مئة نفس، ثلاث وسبعون منها ذكور، وسبعة وعشرون إناث. وأما البركة في الأموال فما ذكر في هذا الحديث، صريح في كونه خارقًا للعادة وكل ذلك كرامة لأنس رضي الله عنه»[48]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ان کی عمر، اولاد اور مال میں برکت کی دعا تھی، ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی، اولاد میں برکت یہ ہوئی کہ آپ کی اولاد میں ایک سو ہوئے، جن میں تہتر مذکر اور ستائیس مؤنث تھے، اور جہاں تک مال میں برکت کا تعلق ہے تو اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس میں واضح ہے کہ یہ غیر معمولی ہے اور یہ سب انس رضی اللہ عنہ کی کرامت ہی ہے۔

سعید بن زید بن عمرو بن نفیل پر جب زمین قبض کرنے کا جھوٹا مقدمہ مروان بن حکم کی عدالت میں کیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے حدیث سن رکھی ہے[49] اور اس حدیث کو سننے کے بعد میں کسی زمین پر قبضہ کیوں کر کروں گا، اس پر سعید بن زید نے اس عورت کے لیے بد دعا کی اور پھر وہ قبول ہوئی[50]۔

یہ عبارت ایک واقعہ بیان کرتی ہے جس میں عروہ بن زبیر نے اَرْوَی بِنْت اَوْس کا ذکر کیا، جو سعید بن زید کے خلاف مروان بن حکم کی عدالت میں مقدمہ دائر کرتی ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ سعید نے ان کی زمین میں سے کچھ حاصل کیا ہے۔ سعید نے اس دعوے کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ کیا میں اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث سننے کے بعد بھی ان کی زمین کا کچھ حصہ لوں گا؟ مروان نے پوچھا کہ آپ نے اللہ کے رسول ﷺ سے کیا سنا؟ سعید نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی زمین کا ایک بالشت بھی ناحق حاصل کرتا ہے، قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق دیا جائے گا۔" مروان نے اس کے بعد کہا کہ میں تم سے مزید کسی دلیل کا تقاضا نہیں کرتا۔ سعید نے دعا کی: "اے اللہ! اگر وہ جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اس کی زمین میں ہی ہلاک کر دے۔" راوی بتاتے ہیں کہ جب وہ مر گئی تو وہ اندھی ہو چکی تھی اور اپنی زمین پر چلتے ہوئے ایک گڑھے میں گر کر ہلاک ہو گئی۔ اسی طرح صحیح مسلم میں بھی ایک مشابہ واقعہ محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر سے نقل کیا گیا ہے، جس میں وہ دیکھتے ہیں کہ وہ بغیر دیکھے دیواروں کو ٹٹول رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں: "مجھے سعید کی دعا کا اثر محسوس ہوتا ہے۔" یہ واقعہ ناحق زمین حاصل کرنے کے نتائج کو واضح کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے سزا میں کوئی کسر نہیں رکھی جاتی۔[51]

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ کیا، اور ساریہ نامی شخص کو اس کا امیر مقرر کیا، اس اثنا میں کہ عمر رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ زور سے کہنے لگے: ساریہ! پہاڑ کی طرف، پھر لشکر کی طرف سے ایک قاصد آیا تو اس نے کہا: امیر المومنین! ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو اس نے ہمیں شکست سے دوچار کر دیا تھا مگر اچانک کسی نے زور سے آواز دی: ساریہ! پہاڑ کو نہ چھوڑو۔ ہم نے اپنی پشتیں پہاڑ کی جانب کر لیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا۔[52]

ان تمام روایات کو صاحبِ مشکوۃ نے اور پھر شیخ محدث نے کرامات کی مثالوں کے طور پر پیش ہوئی ہیں، اور یہاں دو باتیں قابلِ غور ہیں کہ:

1. یہ کہ یہ تمام کرامات صحابہ کرام اور اہل اللہ کے ساتھ پیش آئی ہیں۔
2. دوسرا یہ کہ یہ کرامات غیر اتفاقی طور پر پیش آئی ہیں، کسی نے بھی اپنے چاہت سے یا اپنی رضا مندی سے انہیں ضاہر نہیں کیا، بلکہ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے حکم سے ان کے ساتھ تعاون کے طور پر پیش آئی ہیں۔

اس لیے کسی بھی صورت کرامات کا انکار کرنے سے پہلے ان دو امور کا جائزہ ضروری ہے۔ ان کے بغیر نہ تو کرامات کو قبول کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کا انکار کیا جاسکتا ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کراماتِ اولیا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ کرامات برحق ہیں، اس کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ:

«اتفق أهل الحق على جواز وقوع الكرامة عن الأولياء، ودل على وقوعها الكتاب والسنة، وتواترت الأخبار به عن الصحابة ومن بعدهم تواترًا معنويًا بحيث لا يتطرق إلى القدر المشترك بينهما شبهة عند الإنصاف وترك العناد، خصوصًا من بعض أكابر المشايخ الصوفية وساداتهم كسيدنا الشيخ محيي الدين عبد القادر، فإنه رضي الله عنه كان كثير الكرامات بحيث لا تعد ولا تحصى»[53]

تمام اہل حق - اولیاء سے کرامات کے جواز کے قائل ہیں۔ ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو بقدر طاقت بشری اللہ جل جلالہ کی ذات وصفات کا عارف ہو، ہمیشہ طاعت بجالائے اور منع کردہ لذات اور شہوات سے روکنے والا ہو۔ تقوی اور اتباع میں بحسب مراتب کامل ہوتا ہے ۔وقوع کرامت یہ کتاب و سنت اور صحابہ کی اخبار تواتر سے ہے اور یہ تواتر معنوی ہے۔ انصاف اور ترک عناد کی صورت میں اس کے انکار کی مجال نہیں ہوسکتی۔ خصوصا اکابر مشائخ طریقت اور ان کے سادات مثلا شیخ عبد محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ دیگر بزرگ لوگوں کی کرامتیں اس قدر ہیں کہ وہ ان گنت ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ- شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے بارے میں ان کے معاصر مشائخ کا قول نقل کرتے ہیں:

قال بعض المشايخ من أهل زمانه: كانت كراماته كالعقد المنضدة يتبع بعضها بعضًا، كانت تارة تظهر منه وتارة فيه، وكان واحد منا إذا أراد في مجلس واحد أشياء منها لعد، وقال الشيخ الإمام عبد الله اليافعي رحمة الله عليه: كراماته ثابتة بلا شبهة ومعلوم بالاتفاق، وبلغ مبلغ التواتر ما بلغ مثلها من أحد من شيوخ الآفاق۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اور ان کے بزرگوں کا بیان ہے کہ آپ کی کرامات موتیوں کی لڑی کی طرح ہیں جو پے در پے ہیں، اگر کوئی ہم سے اس بارے میں پوچھے تو ہم تو ایک ہی مجلس کی اس قدر

کرامات بیان کر دیں۔ إمام عبد الله اليافعي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی کرامات میں کوئی شبہ اور شک نہیں ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کرامات میں شیوخ آفاق کا آپ مقابلہ نہیں کر سکتے۔

شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ منکرینِ کرامات کے مذاہب میں سے معتزلہ کا مذہب نقل کرتے ہیں کہ وہ کرامات کے منکر ہیں:

«وقد ذهب جماعة من المعتزلة ومن نحا نحوهم إلى إنكار الكرامة، وذهب بعضهم إلى أنه لا تصدر الكرامة من الولي قصدًا واختيارًا، وإنما تظهر من غير قصد واختيار وهذا باطل، وقيل: إن الكرامة لا تكون من جنس المعجزة كتكثير الطعام القليل، ونبع الماء من الأصابع»[54]

معتزلہ اور ان کے متبعین کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ولی کے قصد اور اختیار سے کرامت صادر نہیں ہوتی ۔ اگر صادر ہو تو بھی بلاکسب ہوتی ہے ، بعض نے کہا ہے کہ کرامت کا تعلق جنسِ معجزہ سے نہیں ہے مثلاً قلیل طعام کا کثیر ہونا، انگلیوں سے پانی جاری ہونا

شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کرامت کا صدور بر حق ہے، اور یہ ولی اللہ سے سرزد ہوتی ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے انبیا سے معجزہ ہوتا ہے، اسی طرح ولی اللہ سے کرامت ہوتی ہے۔ اس میں ولی کا قصد اور اختیار شامل ہے بھی اور نہیں بھی، ولی کو اللہ جل جلالہ کا قرب حاصل ہوتا ہے وہ جب چاہے باطنی کرامت سے ظاہری امور میں برکت کو ثابت کر سکتے ہیں۔ اس میں کسی قسم کی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کی جانب اشارہ کر کے اس بات کی جانب اشارہ کیا کہ ان کی کرامات بے شمار ہیں، جیسا کہ ان کے معاصر کہتے ہیں کہ ان کی کرامات کی ایک کثیر تعداد ہم ایک ہی مجلس میں گن سکتے ہیں۔

کرامت اور معجزے میں فرق

اہل حق نے کرامت اور معجزے میں فرق کو بھی واضح کیا ہے۔ معجزات انبیا کے خاص ہیں جب کہ کرامات اولیا کے ساتھ خاص ہیں، یہاں اگر یہ کہا جائے کہ انبیا سے کو امر خوارق عادت واقع ہو وہ معجزہ کہلاتا ہے، اور جو خوارق عادت امر کسی ولی سے ڈادر ہو اسے کرامت کہا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں امام ابو اسحاق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«المعجزات دلالات صدق الأنبياء ودليل النبوة لا يوجد مَعَ غَيْر النَّبِي ﷺ- الأولياء لَهُمْ كرامات شبه إجابة الدعاء فأما جنس مَا هُوَ معجزة للأنبياء فلا»[55]

معجزات نبی کی سچائی کے دلائل ہیں، اور نبوت کی دلیل نبی کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہو سکتی۔ اولیاء کے لیے کرامات ہوتی ہیں، جیسے قبولیتِ دعا، اس میں ہر وہ چیز شامل نہیں ہے جو انبیاء کرام کے معجزات میں شامل نہیں ہے۔

اسی طرح امام ابو بکر بن فورک[56] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ «المعجزات دلالات الصدق ثُمَّ إن ادعى صاحبها النبوة فالمعجزات تَدُل عَلَى صدقه فِي مقالته، وإن أشار صاحبها إِلَى الولاية المعجزة عَلَى صدقه فِي حاله، فتسمى كرامة ولا تسمى معجزة»[57]، معجزات- صدق کی دلالت ہیں، پھر وہ شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ معجزات اس کے قول کی سچائی کی دلیل ہیں، اور اگر دعویٰ کرنے والا ولایت کی طرف اشارہ کرے اور یہ معجزہ اس کی سچائی پر دلالت کرے تو اس کو کرامت کہیں گے، نہ کہ معجزہ۔ باب لیلۃ القدر کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عبادات اور دیگر تمام مناجات وغیرہ کرامات میں سے ہی ہیں، کیوں کہ یہ اشیا بھی اللہ کی رضا کے بغیر حاصل نہیں ہوتی:

الذكر والعبادة والمناجات والخضوع والخشوع والذوق والحضور والإخلاص، وهذه الأشياء كرامات بلا شبهة[58]

ذکر، عبادت، یکجہتی، تواضع، تعظیم، ذوق، حاضری اور خلوص اور یہ چیزیں بلا شبہ کرامات (قابل احترام چیزیں) ہیں۔

رسالہ قشیریہ میں علامہ قشیریؒ اپنے استاد ابو القاسم سے نقل کرتے ہیں کہ قَالَ الأستاذ أَبُو القاسم: ظهور الكرامات عَلَى الأولياء جائز [59] اولیاءاللہ سے کرامات کا ظہور بالکل درست ہے۔

اسی طرح ذکر کرتے ہیں کہ کرامات کا ظہور صاحبِ کرامت کی صداقت پر دلالت کرتا ہے ظهور الكرامات علامة صدق من ظهرت عَلَيْهِ فِي أحواله[60] کرامات کا ظاہر ہونا صاحب کرامت کے سچے اور برحق ہونے کی دلالت ہے

اسی حصہ میں کہتے ہیں کہ لوگوں نے کرامات اور معجزات کے درمیان فرق واضح کیا ہے، اس بارے میں ابو اسحاق اسفراینیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ لوگوں نے کرامت اور معجزہ میں فرق پر گفت گو فرمائی ہے:

المعجزات دلالات صدق الأنبياء ودليل النبوة لا يوجد مَعَ غَيْر النَّبِي صلى الله عليه وسلم--- وَكَانَ يَقُول: الأولياء لَهُمْ كرامات شبه إجابة الدعاء[61]

معجزات انبیا کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں، اور معجزہ غیر نبی سے صادر نہیں ہو سکتا اسی طرح کرامت اولیا سے ثابت ہونا برحق ہے، یہ دعا کی قبولیت کی صورت میں بھی ہوتی ہے۔

کرامت دراصل انسان پر طاری ہونے والے حال کی نشانی ہوتی ہے، جیسے حدیث قدسی ہے کہ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں:

«وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مُسَاءَتَهُ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ " »[62]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: 'جو شخص میرے کسی پسندیدہ بندے سے دشمنی رکھے، میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ میرے بندے کے لیے جو اعمال مجھے پسند ہیں، ان میں سب سے زیادہ محبوب وہ عبادت ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ میرا بندہ نفل عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے عطا کر دیتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اسے پناہ دے دیتا ہوں۔ مجھے کبھی بھی کسی مومن کی جان قبض کرتے وقت اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اس کی ایذا پہنچانے میں ہوتا ہے، کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی ایذا کو ناپسند کرتا ہوں، حالانکہ موت تو اسے ضرور آنی ہے۔"

خلاصۃ البحث

بحث کا خلاصہ یہ ہے حدیث (أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ) میں عبادت کے دو درجات کو واضح کیا گیا ہے۔ پہلا اور اعلیٰ درجہ مشاہدہ کا ہے، انسان جب اللہ کی عبادت کرے تو ایسے کرے گویا اللہ رب العزت کی ذات اس کے سامنے موجود ہے اور وہ اللہ کے سامنے مؤدبانہ انداز سے کھڑا عبادت میں مشغول ہے۔ اسی طرح جب انسان عبادت سے ہٹ کر دنیا کے دیگر معاملات میں مشغول ہو تو بھی اس کے ذہن میں یہ تصور ہو کہ میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں یہ تمام کام اللہ کے سامنے کر رہا ہوں اور وہ میری ہر حرکت دیکھ رہا ہے۔ اہل تصوف اور صوفیاء اس کیفیت کو مشاہدہ کا نام دیتے ہیں۔ لغوی اعتبار سے کرامت کا لفظ عزت اور شرافت کے لیے استعمال کیا

جاتا ہے م البتہ اصطلاح میں لفظِ کرامت اور معجزہ غیر معمولی اور خلافِ عادت سرزد ہونے والے کام کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اگر یہ کام کسی نبی سے ہو تو اس کو معجزہ اور اگر کسی ولی اللہ سے ہو تو اس کو کرامت کہا جاتا ہے۔ رسالہ قشیریہ کے مطابق اولیا اللہا سے کرامت کا ثبوت بر حق ہے، یہی کرامت بسا اوقات ان اولیا اللہ کی صداقت کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔

حوالہ جات

[1] محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي،مشكاة المصابيح،الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985، جزء 1، صفحه نمبر 9، حديث نمبر 2۔

[2] «مشكاة المصابيح» جزء 1، صفحه نمبر 9، حديث نمبر 2۔

[3] «مشكاة المصابيح» جزء3، صفحه نمبر 1574، حديث نمبر 5655۔/ أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي، صحيح البخاري، الناشر: (دار ابن كثير، دار اليمامة) – دمشق، الطبعة: الخامسة، 1414 هـ - 1993 م،بَاب: قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ. إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ} /القيامة: 22 - 23/. ، » جزء 6، صفحه نمبر 2703، حديث نمبر 6998۔/ «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»، تحقيق وتعليق: الأستاذ الدكتور تقي الدين الندوي، الناشر: دار النوادر، دمشق – سوريا، الطبعة: الأولى، 1435 هـ - 2014 م، عدد الأجزاء: 10۔/مكتبه علوم اسلاميه، اردو بازار لاہور، س ن۔ جزء 9، صفحه نمبر 138، حديث نمبر 5655۔

[4] «مشكاة المصابيح» جزء 3، صفحه نمبر 1574، حديث نمبر 5655۔/ «صحيح البخاري»، فَضْلُ صَلَاةِ الْعَصْرِ ، جزء 1، صفحه نمبر 203، حديث نمبر 529۔/ «صحيح مسلم» ، بَاب فَضْلِ صَلَاتَيِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ وَالْمُحَافَظَةِ عَلَيْهِمَا ، جزء 1، صفحه نمبر 439 ت عبد الباقي، حديث نمبر 633۔/ «سنن أبي داود»، بَابٌ فِي الرُّؤْيَةِ ، جزء 4، صفحه نمبر 375 ط مع عون المعبود، حديث نمبر 4729۔ / «سنن الترمذي» ، بَابُ مَا جَاءَ فِي رُؤْيَةِ الرَّبِّ تبارك وتعالى ، جزء 4، صفحه نمبر 311، حديث نمبر 2551۔

[5] طه: 130

[6] «مشكاة المصابيح» جزء 1، صفحه نمبر 9، حديث نمبر 2۔ / «صحيح البخاري» ، سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ ،جزء 1، صفحه نمبر 27، حديث نمبر 2۔/ «صحيح مسلم» ، بَاب بَيَانِ الإِيمَانِ وَالإِسْلَامِ وَالإِحْسَانِ وَوُجُوبِ الإِيمَانِ بِإِثْبَاتِ قَدَرِ اللَّهِ سبحانه وتعالى ، جزء 1، صفحه نمبر 37 ، ت عبد الباقي، حديث نمبر 8۔/ «سنن أبي داود» ، بَابٌ فِي الْقَدَرِ ،جزء 4، صفحه نمبر 360 ، ط مع عون المعبود، حديث نمبر 359۔/ «سنن الترمذي»، بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصْفِ جِبْرِيلَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم الْإِيمَانَ وَالْإِسْلَامَ ، جزء 4، صفحه نمبر 356، حديث نمبر 355۔

[7] الزَّبيدي ،محمّد مرتضى الحسيني، تاج العروس من جواهر القاموس، وزارة الإرشاد والأنباء في الكويت - المجلس الوطني للثقافة والفنون والآداب بدولة الكويت، عدد الأجزاء: 40، أعوام النشر: (1385 - 1422 هـ) = (1965 - 2001 م)، تاريخ النشر بالشاملة: 8 ذو الحجة 1431، جزء 34، صفحه 423۔

[8] البقرة: 83

[9] البقرة: 112

[10] البقرة: 138

[11] البقرة: 195

[12] البقرة: 201

[13] النساء: 95

[14] الأنعام: 160

[15] الأعراف: 145

[16] الأعراف: 168

[17] «موطأ مالك رواية أبي مصعب الزهري» جزء 1، صفحه نمبر 329، حديث نمبر 854 ۔

[18] «موطأ مالك رواية أبي مصعب الزهري» جزء 2، صفحه نمبر 32، حديث نمبر 1560۔

[19] «موطأ مالك رواية أبي مصعب الزهري» جزء 2، صفحة نمبر 112، حديث نمبر 1965۔

[20] «صحيح البخاري» جزء 1، صفحه نمبر 314، حديث نمبر 885۔

[21] «صحيح البخاري» جزء 3، صفحه نمبر 1271، حديث نمبر 3262۔

[22] «صحيح مسلم» جزء 1، صفحه نمبر ، 210 ت عبد الباقي، حديث نمبر 234۔

[23] «صحيح مسلم» جزء 1، صفحه نمبر 464 ت عبد الباقي، حديث نمبر 670۔

[24] «صحيح مسلم» جزء 2، صفحة نمبر ، 651 ت عبد الباقي، حديث نمبر 943۔

[25] «صحيح مسلم» ، جزء 3، صفحه نمبر 1304 ، ت عبد الباقي، حديث نمبر 1017۔

[26] «مشكاة المصابيح» جزء 1، صفحه نمبر 9، حديث نمبر 2۔/ «صحيح مسلم» جزء 1، صفحه نمبر 3، ت عبد الباقي، حديث نمبر 8۔/ «سنن أبي داود» جزء 4، صفحه نمبر 360، ط مع عون المعبود، حديث نمبر 4695۔/ «صحيح سنن النسائي» جزء 3، صفحه نمبر 1025، حديث نمبر 4617۔/ «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 1، صفحه نمبر 207، حديث نمبر 2۔

[27] دہلوی، «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جلد نمبر 1، صفحه نمبر 209

[28] دہلوی، «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جلد نمبر 8صفحه نمبر 478، حديث نمبر 5261۔

[29] القشيري ، عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك القشيري (ت 465هـ) ، الرسالة القشيرية، دار المعارف، القاهرة، 9 ذو الحجة 1431، جلد1 ، صفحه 331۔

[30] القشيري ، عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك القشيري (ت 465هـ) ، الرسالة القشيرية، دار المعارف، القاهرة، 9 ذو الحجة 1431، جلد ، صفحه 331۔

[31] القشيري ، عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك القشيري (ت 465هـ) ، الرسالة القشيرية، دار المعارف، القاهرة، 9 ذو الحجة 1431، جلد ، صفحه 331۔

[32] القشيري ، عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك القشيري (ت 465هـ) ، الرسالة القشيرية، دار المعارف، القاهرة، 9 ذو الحجة 1431، جلد ، صفحه 331۔

[33] «مشكاة المصابيح» جزء 1، صفحه نمبر 9، حديث نمبر 2۔ / «صحيح البخاري» ، سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ ،جزء 1، صفحه نمبر 27، حديث نمبر 2۔/ «صحيح مسلم» ، بَاب بَيَانِ الإِيمَانِ وَالإِسْلَامِ وَالإِحْسَانِ وَوُجُوبِ الإِيمَانِ بِإِثْبَاتِ قَدَرِ اللَّهِ سبحانه وتعالى ، جزء 1، صفحه نمبر 37 ، ت عبد الباقي، حديث نمبر 8۔/ «سنن أبي داود» ، بَابٌ فِي الْقَدَرِ ،جزء 4، صفحه نمبر 360 ، ط مع عون المعبود، حديث نمبر 359۔/ «سنن الترمذي»، بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصْفِ جِبْرِيلَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم الْإِيمَانَ وَالْإِسْلَامَ ، جزء 4، صفحه نمبر 356، حديث نمبر 355۔

[34] القشيري، عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك (المتوفى: 465هـ)، الرسالة القشيرية، دار المعارف، القاهرة، عدد الأجزاء: 2، تاريخ النشر بالشاملة: 8 ذو الحجة 1431، جزء2، صفحه 520۔

[35] الحجرات: 13

[36] النمل: 40

[37] «مشكاة المصابيح» جزء 3صفحه1674، حديث نمبر 5944

[38] «صحيح البخاري» جزء 1صفحه 177، حديث نمبر 453۔

[39] «مشكاة المصابيح» جزء 3صفحه1674، حديث نمبر 5945

[40] «مشكاة المصابيح» جزء 3صفحه1674، حديث نمبر 5945۔/«صحيح البخاري» ، باب: قَوْلِ الضَّيْفِ لِصَاحِبِهِ: لَا آكُلُ حَتَّى تَأْكُلَ، جزء 5، صفحه نمبر 2275، حديث نمبر 5790۔

[41] «مشكاة المصابيح» جزء 3صفحه 1675، حديث 5946۔

[42] «مشكاة المصابيح» جزء 3صفحه 1675، حديث 5946۔

[43] «مشكاة المصابيح» جزء 3، صفحه نمبر 1676، حديث نمبر 5949۔/«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 9، صفحه نمبر 519۔

[44] «مشكاة المصابيح» جزء3، صفحه نمبر 1676، حديث نمبر5950۔/ «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء9، صفحه نمبر 519۔

[45] «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 9صفحه 520

[46] «مشكاة المصابيح» جزء 3 صفحه نمبر 1676، حديث نمبر 5951۔/أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام بن عبد الصمد الدارمي، التميمي السمرقندي (ت ٢٥٥ هـ)، مسند الدارمي المعروف بـ (سنن الدارمي)، الناشر: دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، الطبعة:

الأولى، ١٤١٢ هـ - ٢٠٠٠ م، عدد الأجزاء: ٤، تاريخ النشر بالشاملة: ٢٢ محرم ١٤٣٣، جزء 1، صفحه نمبر 227۔

[47] «مشكاة المصابيح» جزء 3 صفحه نمبر 1676، حديث نمبر 5952۔

[48] «مشكاة المصابيح» جزء 3 صفحه نمبر 1676، حديث نمبر 5952۔

[49]» مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ» «(صحيح البخاري:(3 1168) «

[50]» اللهُمَّ إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَأَعْمِ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِي أَرْضِهَا، قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتَّى ذَهَبَ بَصَرُهَا، وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِي فِي أَرْضِهَا إِذْ وَقَعَتْ فِي حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ« »لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح:(9/ 522) «

[51] «مشكاة المصابيح» جزء3صفحه 1677 حديث 5953

[52] «مشكاة المصابيح» جزء3صفحه 1677 حديث 5954

[53] «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء9، صفحه نمبر 513۔

[54] «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 9، صفحه نمبر 514، حديث نمبر 5943۔

[55] عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك القشيري (ت 465هـ)، الرسالة القشيرية، الناشر: دار المعارف، القاهرة، عدد الأجزاء: 2، جزء 2، صفحه 520

[56] آپ کا مکمل نام ابو بکر محمد بن الحسن بن فورک الانصاری الاصبہانی ہے۔ تاریخ اور سیر کی کتابوں میں سنہ ولادت کی کہیں کوئی تصریح نہیں ملتی، البتہ وفات کی نسبت سے اصفہانی اور اصبہانی نسبت سے مشہور ہیں۔ البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ عراق میں پیدا ہوئے۔ زیادہ عرصہ عراق میں مقیم رہ کر حصول علم میں مشغول رہے۔ فقہ کی تعلیم فقہائے شافعیہ سے حاصل کی، اور علم کلام کی تعلیم امام ابو الحسن اشعری کے نامور شاگرد امام ابو الحسن الباہلیؒ سے حاصل کی۔ آپ انتہائی نیک اور زاہد طبیعت کے مالک تھے۔ (سبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین، طبقات الشافعیہ الکبری، للطباعۃ والنشر والتوزیع الطبعۃ الثانیہ، 1431ھ،، جزء 5، صفحہ نمبر 155۔) تفصیل کے لیے دیکھیے: تحقیقی مجلہ المھدی، "ابو بکر ابن فورک شافعی اشعری"حیات و خدمات کے تناظر میں ایک جائزہ " ڈاکٹر زبیر طیب، لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، آزاد جموں کشمیر، جلد3، شمارہ2، جولائی-دسمبر2022۔

[57] «الرسالة القشيرية» جزء 2، صفحه 520

[58] «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» ، باب ليلة القدر ، جزء 4، صفحه نمبر 502۔

[59] «الرسالة القشيرية» جزء 2،صفحه نمبر 520۔

[60] «الرسالة القشيرية» جزء 2،صفحه نمبر 520۔

[61] «الرسالة القشيرية» جزء 2،صفحه نمبر 520۔

[62] «مشكاة المصابيح» جزء2، صفحه نمبر699، حديث نمبر 2266۔/ «صحيح البخاري»، بَاب: التَّوَاضُعِ، جزء 5، صفحه نمبر 2385، حديث نمبر 6137۔/ «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 5، صفحه نمبر 35، حديث نمبر 2266۔